عرفانِ الٰہی اور محبت باللہ کا وہ عالی مرتبہ جس پر رسول کریمؐ دنیا کو قائم کرنا چاہتے تھے

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - ھُوَ النَّاصِرُ

عرفانِ الٰہی اور محبت باللہ کا وہ عالی مرتبہ جس پر رسول کریمؐ دنیا کو قائم کرنا چاہتے تھے

(فرمودہ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء بر موقع جلسہ سیرت النبیؐ۔ قادیان)

حضور نے تشہد تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

گو میری صحت تو مجھے اس امر کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ میں آج کوئی تقریر کروں۔ لیکن چونکہ اس دن سارے ہندوستان میں بلکہ ہندوستان سے باہر بھی بعض مقامات پر مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف بیان کرنے کے لئے جمع ہوں گے اور چونکہ یہ دن آج نہیں تو کل، ساری دنیا کے لئے نہیں تو کم از کم ہندوستان کی قوموں کے لئے صلح کا پیش خیمہ بننے والا ہے اور ہندوستان میں سے کم از کم بنگال میں تو ابھی سے یہ نظر آرہا ہے کہ ہر سال غیر مذاہب کے لوگ اس دن کے منانے میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی کا اظہار کر رہے اور زیادہ حصہ لے رہے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جوں جوں غیر مذاہب کے لوگوں کو معلوم ہو گا کہ یہ کوئی مذہبی تبلیغ کا دن نہیں بلکہ مختلف اقوام میں صلح و اتحاد پیدا کرنے کا دن ہے۔ دلی منافرت اور بُغض جو کہ بعض اسباب کی وجہ سے عرصہ دراز سے چلا آتا ہے، اس کے ازالہ کا ذریعہ ہے تو لوگوں میں خود بخود اس دن کا احترام اور شوق پیدا ہوتا جائے گا۔ ہمیشہ ایک نیک قدم اٹھانے سے دوسرا نیک قدم اٹھانے کی توفیق ملتی ہے۔ اور ایک نیک خیال پیدا ہونے سے دوسرا نیک خیال پیدا ہوتا ہے۔ اس تحریک کے سلسلہ میں مَیں دیکھتا ہوں کہ اب دوستوں کی طرف سے ایک اور

تحریک پیش کی جا رہی ہے جو بہت معقول ہے اور میرا ارادہ ہے کہ دو تین سال کے بعد اس تحریک کے ماتحت بھی جلسے منعقد کرائے جائیں۔ وہ تحریک یہ ہے کہ ایک دن ایسا مقرر کیا جائے جو پرافٹ ڈے (PROPHET DAY) نہ ہو بلکہ پرافٹس ڈے (PROPHETS DAY) ہو۔ یعنی رسول کریم ﷺ کی ذات کے لئے ہی جلسے نہ منعقد کئے جائیں بلکہ تمام انبیاء کی شان کے اظہار کے لئے اس دن جلسے کئے جائیں۔ ایسے جلسوں میں ایک مسلمان کھڑا ہو جو رسول کریم ﷺ کی شان کے اظہار کی بجائے کسی دوسرے مذہب کے بانی کی خوبیاں بیان کرے۔ اسی طرح ایک عیسائی کھڑا ہو کر بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے حضرت بدھ علیہ السلام یا حضرت کرشن علیہ السلام کی خوبیاں بیان کرے۔ ایک ہندو کھڑا ہو کر بجائے حضرت کرشنؑ اور رام چندر جیؑ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوبیاں پیش کرے۔ ایک زرتشتی کھڑا ہو کر بجائے زرتشت کی خوبیاں بیان کرنے کے رسول کریم ﷺ کی خوبیاں بیان کرے۔ یہ ایک نہایت ہی معقول تجویز ہے۔ مگر فی الحال دقّت یہ ہے کہ اگر ایک ادھورے کام میں دوسرا کام شروع کر دیا جائے تو پہلے کام میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ دو تین سال کے بعد ایسے جلسے منعقد کرانے کی تجویز کی جائے جن میں ہر مذہب والا اپنے مذہب کے بانی کی خوبیاں بیان کرنے کی بجائے دوسرے مذاہب کے بانیوں کی خوبیاں بیان کرے۔ اس قسم کے جلسے ہندوستان جیسے ملک سے بہت سے تفرقے اور رنجشیں دور کر سکتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ توفیق دے تو کسی ایک بزرگ کا نہیں بلکہ بزرگوں کا دن منانے کے لئے ہم کھڑے ہوں گے۔ اس میں شرط یہ رکھی جائے کہ کوئی شخص اپنے مذہب کے بانی کی خوبیاں نہ بیان کرے بلکہ دوسرے مذہب کے بانی کی خوبیاں پیش کرے۔

اس کے بعد میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ کی تعریف کرنا بے شک ایک مسلمان اپنے مذہب کے لحاظ سے ثواب کا کام سمجھتا ہے اور غیر مذاہب والے بھی جنہیں رسول کریم ﷺ کے حالات پڑھنے کا موقع ملا ہو اور جو صداقت کے اظہار کی جرأت رکھتے ہوں۔ اظہارِ صداقت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی تعریف و توصیف کریں۔ مگر ایک چیز ہے جسے ہم کسی صورت میں بھی قربان نہیں کر سکتے اور کسی کے لئے بھی قربان نہیں کر سکتے، خواہ وہ رسول کریم ﷺ کی ذات ہی کیوں نہ ہو وہ خدا تعالیٰ کی ذات

ہے۔ اس لئے کوئی بات ایسی نہیں کہنی چاہئے جس میں شرک کا ایک شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔ ہمیں محمد ﷺ کی ذات سے محبت اس لئے ہے کہ آپ کی ذات خدا نما ہے۔ اگر خدا نمائی کو آپ کی ذات سے علیحدہ کر دیا جائے۔ تو پھر آپ بھی ایسے ہی انسان ہیں جیسے دوسرے انسان۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعض اشعار میں بے شک ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جس میں رسول کریم ﷺ کی روح کو مخاطب کیا ہے مگر ملہَم اور غیر ملہَم کے کلام میں فرق ہوتا ہے۔ ملہَم جسے مخاطب کرتا ہے اسے اپنی آنکھ سے اپنے سامنے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جاگتے ہوئے حضرت علیؓ حضرت حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ سے باتیں کیں۔ پس اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اے رسول اللہؐ! یہ بات یوں ہو تو یہ سچ ہے لیکن وہ جسے یہ حالت حاصل نہیں وہ اگر یہ کہتا ہے کہ اے رسول اللہ! آپ کی مجھ پر نظرِ عنایت ہو۔ تو غلط کہتا ہے۔ نظرِ عنایت خدا ہی کی ہوتی ہے۔ ہم مشرک نہیں اس لئے ہم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش کرنے کے لئے تیار نہیں۔ خواہ محمد ﷺ کی ذات ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری جماعت کے شاعروں کو اپنے کلام میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے اگر "حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی۔"

حفظِ مراتب کرنا ہمارا فرض ہے۔ پس ضروری ہے کہ جس امر کی حفاظت کے لئے ہم کھڑے ہوئے ہیں ہر حال میں اس کی حفاظت کریں۔ لیکن اگر وہی چیز جس کی حفاظت کے لئے رسول کریم ﷺ کھڑے ہوئے اسے ضائع کر دیتے ہیں تو پھر رسول کریم ﷺ کی شان کے اظہار سے ہمیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اصل مضمون کو لیتا ہوں جو اس سال کے جلسوں کے لئے خصوصیت سے مقرر کیا گیا ہے اور جو یہ ہے کہ "عرفانِ الٰہی اور محبت باللہ کا وہ عالی مرتبہ جس پر رسول کریم ﷺ دنیا کو قائم کرنا چاہتے تھے۔" عرفان عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پہچاننے اور شناخت کرنے کے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کی نسبت کم از کم ایک مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ وراء الوراء ہستی ہے اور مجسّم نہیں۔ اس لئے ممکن نہیں کہ انسانی آنکھیں اسے دیکھ سکیں۔ یا انسانی ہاتھ اسے چُھو سکیں۔ یا دوسرے ظاہری حواس اسے محسوس کر سکیں۔ پس وہ ذات جس کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ نہ آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ نہ ہاتھوں سے چھوئی جا سکتی ہے اس کے پہچاننے کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں یقینی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے پہچاننے کا وہ مفہوم نہیں ہو سکتا جو دوسری چیزوں کے

پہچاننے کا ہوتا ہے۔

مادی چیزوں کے پہچاننے کا طریق یہ ہے کہ ہم انہیں آنکھوں سے دیکھتے یا زبانوں سے چکھتے یا کانوں سے سنتے یا ہاتھوں سے چھوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی نہیں جو دیکھنے سننے' سونگھنے یا چکھنے سے معلوم ہو سکے۔ چنانچہ وہ ذات خود اپنے متعلق فرماتی ہے۔ **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ**[۱] کہ وہ ایسی ذات ہے جسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں مگر وہ خود آنکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ پس جب ہم اسے دیکھ نہیں سکتے تو پھر پہچاننے کے لئے کوئی اور ذریعہ اختیار کرنا ہوگا اور وہ ذریعہ یہی ہے کہ جو ہستی خالق ہے اور جس کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ وہ سارے جہان کی خالق ہے۔ اس کی پہلی شناخت اپنی ذات سے ہوگی۔ کیونکہ جو چھوا' چکھا' دیکھا اور سنا نہ جا سکے۔ اس کے پہچاننے کا طریق یہ ہے کہ اس کے کام دیکھیں۔ اور خدا تعالیٰ کے کاموں کے لحاظ سے سب سے پہلی چیز ہماری اپنی ذات ہی ہے۔ پس سب سے پہلی شناخت خدا تعالیٰ کی اپنی ذات میں ہی انسان کر سکتا ہے۔ اور جو اپنی ذات میں خدا تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے خدا تعالیٰ بھی اسے پہچان لیتا ہے۔ اسی لئے صوفیاء کہتے ہیں **مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ** کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ دوسری شناخت کی صورت یہ ہے کہ دوسری کامل چیزوں میں خدا کو دیکھا جائے۔ میں نے خدا تعالیٰ کی شناخت کے طریقوں کا ذکر کرتے ہوئے کامل چیزوں کو مقدم رکھا ہے۔ حالانکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جتنی کوئی چیز زیادہ کامل ہوگی اتنی ہی زیادہ آسانی کے ساتھ دیکھی جا سکے گی۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ جتنی کوئی چیز زیادہ کامل ہوگی اتنی ہی وراء الوراء ہوتی چلی جائے گی۔ اس لئے کامل چیزوں میں خدا کا دیکھنا زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی پہچان کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ انسان کو اپنی ذات میں خدا تعالیٰ نظر آجائے۔ یہ سب سے بالا و بلند مقام ہے۔ اس سے دوسرا مقام یہ ہے کہ کامل انسانوں میں خدا نظر آجائے اور تیسرا مقام یہ ہے کہ باقی انسانوں میں خدا نظر آئے۔ کامل انسان میں خدا تعالیٰ کا دیکھنا مشکل ہے۔ مگر عام انسانوں میں خدا کو دیکھنا بھی آسان نہیں۔ ایک انسان اگر جنگل میں کوئی خوشکن سبزہ زار دیکھے تو بے اختیار **سُبْحَانَ اللّٰهِ** کہے گا اور خدا تعالیٰ کی طرف اس کی توجہ پھر جائے گی۔ لیکن اس سے بہتر اس کا ہمسایہ ہوگا مگر اس سے لڑتا جھگڑتا رہے گا۔ وہ سبزہ میں تو خدا کو دیکھ لے گا لیکن ہمسایہ میں اسے نظر نہ آئے گا۔ وہ گانے والی چڑیا کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کا جلوہ محسوس کرے

گا۔ مگر بولنے والے انسان میں اسے کچھ نہ نظر آئے گا کیونکہ رقابت کی وجہ سے اس میں دیکھنا مشکل ہوتا ہے تو یہ تیسرا درجہ ہے۔ اس سے اتر کر چوتھا درجہ باقی مخلوق میں خدا تعالیٰ کو دیکھنا ہے۔ اس میں بھی خدا تعالیٰ کی رؤیت کے اعلیٰ مقامات ہیں۔ پھر پانچواں مقام یہ ہوتا ہے کہ انسان دوسروں کو خدا دکھائے۔ ہر کمال، جو انسان کو حاصل ہوتا ہے اس کے دو درجے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان خود اسے سمجھے۔ دوسرے یہ کہ دوسروں کو سمجھا سکے۔ ایک طالب علم خود جس قدر جغرافیہ اور تاریخ سمجھ سکتا ہے اسے اگر کہا جائے کہ اسی قدر دوسرے لڑکوں کو سمجھا دو تو وہ نہیں سمجھا سکے گا۔ پس پانچواں مقام یہ ہے کہ انسان دوسروں کو خدا دکھا سکے۔

وقت کی کمی کی وجہ سے میں مضمون کو مختصر کر رہا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ کی شناخت کے اور بھی مقام ہیں۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو پہچان لینے کی علامتیں کیا ہوتی ہیں۔ بعض لوگ دوسروں کو پہچان لیتے ہیں مگر وہ خود نہیں پہچانے جاتے۔ انسانوں میں اس قسم کا معاملہ روز ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ اور بندہ میں اس طرح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بندہ کا علم محدود ہوتا ہے وہ پہچاننے والوں کو پہچاننے سے محروم ہو سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ اس لئے جب کوئی بندہ خدا تعالیٰ کو پہچان لے تو خدا تعالیٰ بھی اپنی پہچان فوراً اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ سب کو پہچانتا ہے مگر بندوں کو اعلیٰ مقام پر پہنچانے کے لئے اپنے مقام کو ان سے مخفی رکھتا ہے۔ لیکن جب بندہ اس کی تلاش کرتا اور اسے پہچان لیتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی بندے پر ظاہر کر دیتا ہے کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ پس خدا تعالیٰ کو بندہ کے پہچاننے کا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بندہ کو پہچان لے۔ جب بندہ خدا تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اسے جواب میں پہچانتا ہے۔

عام عرفان کے متعلق رسول کریم ﷺ نے ایک آیت پیش فرمائی ہے۔ اس میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ میں پہلے وہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ**[۲] کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔ اس آیت میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ خدا تعالیٰ کو انسان پا سکتا ہے۔ پہلے جتنے بزرگ گذرے ہیں جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے خدا کو پا لیا تو انہوں نے غلط نہ کہا بلکہ بالکل درست کہا کیونکہ انسان خدا کو پا سکتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اگر تم خدا تعالیٰ کو ملنے کی خواہش رکھتے ہو تو آؤ اس کا ذریعہ میں تمہیں بتاؤں کہ کس طرح مل سکتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ انسان کو مل سکتا ہے۔ دوسری جگہ اس بات کی اس طرح تصدیق کی گئی کہ فرمایا وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا [۳] جو ہم تک پہنچنے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ ہم اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ ہمیں پا لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اور زمانہ میں ایسے لوگ گذرے ہیں جنہوں نے کہا کہ خدا مل گیا۔ مثلاً ایران میں حضرت زرتشت نے کہا۔ ہندوستان کے کئی بزرگوں حضرت کرشن، حضرت رام چندر، حضرت بدھ کے کلام کو دیکھا جائے گا تو صاف طور پر یہ ذکر ملتا ہے کہ خدا کو ہم نے پالیا۔ چین میں کنفیوشس ایسے ہی بزرگ گذرے ہیں۔ شام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مل جاتے ہیں۔ عرب میں حضرت صالح اور حضرت ہود پائے جاتے ہیں۔

غرض جہاں بھی جائیں ایسے انسان وہاں پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے کہا کہ وہ خدا کو مل گئے اور خدا انہیں مل گیا۔ یہ ایسی پختہ اور اتنی عام فہم بات ہے کہ اگر اس کا انکار کیا جائے تو دنیا میں کوئی صداقت رہتی ہی نہیں۔ کیونکہ اگر یہ لوگ جھوٹے ہو سکتے ہیں تو پھر دنیا میں اور کوئی سچا نہیں ہو سکتا۔ غرض اَلَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ جو مجھ سے ملنے کی کوشش کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ [۴] خدا اپنی باتوں کو اندازہ سے رکھتا ہے اور جہاں جہاں کے متعلق کوئی چیز ہوتی ہے وہاں کھولتا اور تشریح کرتا ہے۔ تاکہ اس کے بندوں کو اپنے رب کے لقاء پر یقین ہو جائے۔

پس پہلی بات جو رسول کریم ﷺ نے اس آیت کے ذریعہ دنیا کو بتائی وہ یہ ہے کہ خدا بندوں کو مل سکتا ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ عرفان حاصل کرنے کے لئے سنجیدگی اور کوشش کی ضرورت ہے کیونکہ فرمایا فَاتَّبِعُوْنِیْ خدا کے ملنے کے لئے کچھ کرنا پڑے گا۔

تیسری بات یہ بیان فرمائی کہ عرفان کے حصول کے لئے صحیح راہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے عارف کی اتباع کی ضرورت ہے چنانچہ دوسری جگہ آتا ہے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [۵] صادقین کے ساتھ مل جاؤ۔

چوتھی بات یہ فرمائی کہ وہ صحیح راہنما محمد رسول اللہ ہیں۔ اس کا اشارہ "فِیْ" میں کیا گیا ہے کہ میری اتباع کرو تب خدا ملے گا۔

پانچویں بات یہ بتائی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کہ انسان اللہ کا محبوب ہو جائے گا۔ انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت کا پیدا ہونا اور بات ہے لیکن جب تک خدا کی محبت انسان کی محبت کے جواب میں نہ اُترے وہ عارف نہیں کہلا سکتا۔ خواہ اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی کتنی محبت ہو۔ کیونکہ محبوب کا مل جانا اس کی محبت کی علامت ہوتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ ایسے بندوں کو مل جاتا اور ان سے ایسا سلوک کرتا ہے جیسا اپنے مقرب سے کیا جاتا ہے۔ اس طرح بندہ کو اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت کے صحیح ہونے کا علم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ محبت نہیں کرتا اور مقربین جیسا سلوک نہیں کرتا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہمارے دل میں بھی خدا کی سچی محبت نہیں ہے۔ بھلا یہ کبھی ممکن ہے کہ دو دلوں میں سچی محبت بھی ہو اور ان کے ملنے میں کوئی روک بھی نہ ہو اور پھر وہ آپس میں نہ ملیں۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ انسان میں خدا تعالیٰ کی سچی محبت ہو۔ جس کے پیدا ہونے پر خدا تعالیٰ بھی اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے اور پھر خدا تعالیٰ اسے نہ ملے۔ جب خدا تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے اور اس میں یہ طاقت بھی ہے کہ اپنے بندہ تک آسکے تو پھر ناممکن ہے کہ وہ نہ آئے۔ اسی محبت کا نام عرفان ہے جس کے بعد خدا تعالیٰ مل جاتا ہے اور انسان اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ رسول کریم ﷺ کو کیسا عرفان حاصل تھا۔ پہلا عرفان یہ ہے کہ اپنی ذات میں انسان خدا تعالیٰ کو دیکھے۔ یہ سب سے کامل عرفان ہے گو اس کے بھی آگے بڑے بڑے درجے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے جو عرفان دیا تھا اس کی ایک مثال بتاتا ہوں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی پہچان کیسی حاصل تھی۔ جب مکہ کے لوگوں نے رسول کریم ﷺ پر انتہا درجہ کے مظالم شروع کر دیئے اور ان کی وجہ سے دین کی اشاعت میں روک پیدا ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ مکہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ بھی مکہ چھوڑنے کیلئے تیار ہو گئے۔ اس سے پہلے کئی دفعہ انہیں جانے کے لئے کہا گیا مگر آپ رسول کریم ﷺ کو چھوڑ کر جانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ جب رسول کریم ﷺ جانے لگے تو حضرت ابوبکرؓ کو بھی آپؐ نے ساتھ لے لیا۔ جب آپ رات کے وقت روانہ ہوئے تو ایک جگہ جو میں نے بھی دیکھی ہے۔ پہاڑ میں معمولی سی غار

ہے۔ جس کا منہ دو تین گز چوڑا ہو گا۔ اس میں جا کر ٹھہر گئے جب مکہ کے لوگوں کو پتہ لگا کہ آپ چلے گئے ہیں تو انہوں نے آپؐ کا تعاقب کیا۔ عرب میں بڑے بڑے ماہر کھوجی ہوا کرتے تھے۔ ان کی مدد سے تعاقب کرنے والے عین اس مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ بیٹھے تھے۔ خدا کی قدرت کہ غار کے منہ پر کچھ جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں جن کی شاخیں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ اگر وہ لوگ شاخوں کو ہٹا کر اندر دیکھتے تو رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ بیٹھے ہوئے نظر آ جاتے۔ جب کھوجی وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا کہ یا تو وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں یا یہاں بیٹھے ہیں اس سے آگے نہیں گئے۔ خیال کرو اس وقت کیسا نازک موقع تھا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ گھبرائے مگر اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کیلئے۔ اس وقت رسول کریم ﷺ نے فرمایا **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا**۔[۶] گھبراتے کیوں ہو۔ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اگر رسول کریم ﷺ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں نہ دیکھتے تو کس طرح ممکن تھا کہ ایسے نازک وقت میں گھبرا نہ جاتے۔ قوی سے قوی دل گُردہ کا انسان بھی دشمن سے عین سر پر آ جانے سے گھبرا جاتا ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ کے بالکل قریب بلکہ سر پر آپؐ کے دشمن کھڑے تھے اور دشمن بھی وہ جو تیرہ سال سے آپؐ کی جان لینے کے درپے تھے اور جنہیں کھوجی یہ کہہ رہے تھے کہ یا تو وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں یا یہاں بیٹھے ہیں۔ اس جگہ سے آگے نہیں گئے۔ اُس وقت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا** خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تمہیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا عرفان ہی تھا جس کی وجہ سے آپؐ نے یہ کہا۔ آپؐ خدا تعالیٰ کو اپنے اندر دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ میری ہلاکت سے خدا تعالیٰ کے عرفان کی ہلاکت ہو جائے گی اس لئے کوئی مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔ ایک دوسرے موقع پر رسول کریم ﷺ کا عرفان اس طرح ظاہر ہوا کہ مکہ کے قریب کا ایک آدمی تھا جس کا ابوجہل کے ذمہ کچھ قرضہ تھا۔ اس نے ابوجہل سے قرضہ مانگنا شروع کیا مگر وہ لَیت و لَعل کرتا رہا۔ اس زمانہ میں مکہ کے شرفاء نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی تھی جس کا کام یہ تھا کہ جو لوگ مظلوم ہوں ان کی امداد کرے۔ اس میں رسول کریم ﷺ بھی شامل تھے۔ وہ شخص رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ ابوجہل نے میرا روپیہ مارا ہوا ہے آپؐ مجھے اس سے حق لے دیں۔ رسول کریم ﷺ نے اسے یہ نہ کہا کہ ابوجہل میرا دشمن ہے میرے خلاف شرارتیں کرتا رہتا ہے بلکہ کہا آؤ میرے ساتھ چلو۔ آپؐ ابوجہل کے

ہاں گئے اس وقت مخالفین کی شرارتیں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ جب رسول کریم ﷺ گھر سے باہر نکلتے تو آپؐ پر پتھر اور مٹی پھینکتے۔ بیہودہ آوازے کستے۔ ہنسی اور تمسخر کرتے مگر آپؐ نے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس آدمی کو لے کر ابو جہل کے محلہ میں گئے اور جا کر اس کے دروازے پر دستک دی۔ جب ابو جہل نے دروازہ کھولا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ شخص جس کا میں اس قدر دشمن ہوں وہ یہاں کس طرح آ گیا۔ اس نے پوچھا۔ آپؐ کس طرح آئے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اس شخص کا روپیہ دینا ہے؟ ابو جہل نے کہاں ہاں دینا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ دے دو۔ اُس پر اتنا رُعب طاری ہوا کہ وہ دوڑا دوڑا گھر میں گیا اور فوراً روپیہ لا کر دے دیا۔ اس کے بعد کسی نے اس سے پوچھا۔ تم تو کہا کرتے تھے کہ محمدؐ کو جس قدر ذلیل کیا جائے اور جتنا دکھ دیا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ پھر تم نے اس سے ڈر کر روپیہ کیوں دے دیا اس نے کہا۔ آپ لوگ جانتے نہیں میری اس وقت یہ حالت تھی کہ گویا میرے سامنے شیر کھڑا ہے۔ اگر میں نے ذرا انکار کیا تو مجھے پھاڑ ڈالے گا۔ اس لئے میں ڈر گیا اور فوراً روپیہ دے دیا۔ [7]

اب دیکھو رسول کریم ﷺ کا اشد ترین دشمن کے گھر چلے جانا اور اس سے روپیہ کا مطالبہ کرنا اسی لئے تھا کہ آپؐ سمجھتے تھے خدا تعالیٰ کی ذات مجھ میں جلوہ گر ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی مجھ پر حملہ کر سکے۔ تیسرے موقع کی مثال یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے کہ دوپہر کے وقت جنگل میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ دوسرے صحابیؓ علیحدہ علیحدہ جگہوں میں لیٹے ہوئے تھے کہ ایک شخص جس نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ آپ کو قتل کئے بغیر واپس نہ لوٹوں گا اور جسے دوران جنگ میں حملہ کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ آیا اور درخت سے لٹکی ہوئی تلوار اتار کر رسول کریم ﷺ کو جگا کر کہنے لگا۔ اتنی مدت سے میں تمہاری تلاش میں تھا اب مجھے موقع ملا ہے بتاؤ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اسی طرح لیٹے لیٹے بغیر کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار کئے فرمایا۔ مجھے اللہ بچا سکتا ہے۔ [8] یہ الفاظ بظاہر معمولی معلوم ہوتے ہیں اور کئی لوگ ان کی نقل کر کے یہ کہہ سکتے ہیں مگر ان کا نتیجہ بتاتا ہے کہ ان میں کیسی صداقت تھی۔ جب آپؐ نے فرمایا۔ مجھے اللہ بچا سکتا ہے تو حملہ آور کا ہاتھ کانپ گیا اور تلوار گر گئی۔ اس وقت آپؐ اٹھے اور تلوار ہاتھ میں لے کر کہا۔ اب بتاؤ تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ اس نے کہا آپؐ ہی رحم کریں تو میں بچ سکتا

ہوں۔ اسے رسول کریم ﷺ سے سن کر بھی اللہ یاد نہ آیا۔ مگر رسول کریم ﷺ نے اسے کہا جاؤ اور چھوڑ دیا۔ یہ عرفان الٰہی کا ہی نتیجہ تھا اور جب تک کامل عرفان حاصل نہ ہو اس وقت تک اس طرح نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح ایک اور جنگ کے موقع پر جسے حنین کی جنگ کہتے ہیں اور جس میں کچھ نَو مسلم اور کچھ غیر مسلم بھی شامل تھے۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو باوجود اس کے کہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد ۱۲ ہزار تھی اور دشمن کی تعداد چار ہزار۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ایسی شکست ہوئی کہ وہ کہتے ہم اونٹوں کو پیچھے کی طرف موڑتے اور نکیل کھینچنے سے ان کے سر پیٹھ کے ساتھ جا لگتے۔ مگر جب چلاتے تو آگے کی طرف ہی دوڑتے۔ اس وقت رسول کریم ﷺ کے اردگرد صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ بعض صحابہ نے اس وقت رسول کریم ﷺ کو آگے بڑھنے سے روکنا چاہا اور واپسی کے لئے کہا۔ مگر آپ نے انہیں جھڑک دیا اور حضرت عباسؓ کو کہا لوگوں کو آواز دو کہ جمع ہو جائیں اور خود دشمن کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ[۹]

میں جھوٹا نبی نہیں ہوں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ یہ ایسا وقت تھا جب کہ وہ جانباز مسلمان سپاہی جو نہایت قلیل تعداد میں ہوتے ہوئے سارے عرب کو شکست دے چکے تھے۔ بارہ ہزار کی تعداد میں ہوتے ہوئے چار ہزار کے مقابلہ سے بھاگ نکلے تھے۔ جب رسول کریم ﷺ کے اردگرد صرف چند آدمی رہ گئے تھے۔ جب ہر طرف سے دشمن بارش کی طرح تیر برسا رہے تھے۔ آپ آگے ہی آگے بڑھ رہے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ سمجھا کہ میرا یہ فعل دیکھ کر لوگ مجھے ہی خدا نہ سمجھ لیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ میں نبی ہوں۔ ہاں اپنے اندر خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ لوگ مجھے خدا دیکھ رہے ہونگے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ میں نبی ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ خدا نہیں ہوں۔ یہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔

پھر کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان زندگی بھر دھوکا میں مبتلا رہتا ہے مگر موت کے وقت اس پر اصل بات کھل جاتی ہے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایسے ملہَم جو دماغ کی خرابی کی وجہ سے الہام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مرنے سے قبل معافی کے خط لکھ دیتے ہیں اور تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ غلطی میں مبتلا تھے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان اس درجہ کمال پر تھا کہ آپ کی

آخری گھڑیوں کے متعلق لکھا ہے۔ اس وقت آپ کی زبان پر اس مفہوم کے الفاظ تھے کہ خدا تعالیٰ یہود اور عیسائیوں پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اس موقع سے یہود اور عیسائیوں کا کیا تعلق تھا۔ سننے والے تو مسلمان تھے پھر رسول کریم ﷺ نے یہ کیوں فرمایا۔ اس لئے کہ مسلمان آپ کی قبر کو ایسا نہ بنالیں اور اس کا خطرہ اس وجہ سے تھا کہ آپ کو معلوم تھا کہ لوگوں نے مجھ میں خدا کو دیکھا ہے۔ اور اس بات کا یقین آپ کو آخر وقت میں بھی تھا۔

غرض رسول کریم ﷺ عرفان الٰہی کے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے تھے اور اپنے اندر خدا تعالیٰ کا ایسا جلال دیکھتے تھے کہ سمجھتے تھے آپ پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا۔ بیسیوں واقعات ایسے پائے جاتے ہیں مگر اختصار کے لئے انہیں چھوڑ تا ہوں۔ اس موقع پر میں یہ بھی بتادوں کہ ایک قسم کی دلیری کا اظہار سنگ دلی کی وجہ سے بھی بعض لوگ کر دیا کرتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر نے سنایا کہ ایک زمیندار کو آپریشن کرنے کیلئے کلوروفارم دینا چاہا تو اس نے کہا اس کی ضرورت نہیں میں یونہی آپریشن کرالوں گا۔ چنانچہ اس نے بغیر کلوروفارم کے آپریشن کرالیا تو ایسے لوگ ہوتے ہیں جو تکلیف اور دکھ بآسانی برداشت کر لیتے ہیں مگر وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں رحمت کا مادہ نہیں ہوتا اس بارے میں جب ہم رسول کریم ﷺ کے متعلق دیکھتے ہیں تو آپ کی طبیعت ایسی معلوم ہوتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا آپ کی طبیعت پر بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔ حدیثوں میں آتا ہے جب کبھی زور کی آندھی یا بارش آتی تو رسول کریم ﷺ گھبرا جاتے۔

پس ایک طرف تو رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے استغناء اور صفات کو دیکھتے تو آپ کے قلب کی نرمی آندھی اور بارش آنے پر بھی ظاہر ہو جاتی اور دوسری طرف بڑی سے بڑی تکلیف کی بھی کوئی پرواہ نہ کرتے۔ غرض رسول کریم ﷺ کے دل میں نرمی اور رأفت تھی اور اس کثرت سے تھی کہ معمولی معمولی واقعات پر آپ کے آنسو نکل آتے تھے۔ پس آپ نے مصائب اور شدائد کے مقابلہ میں جس قوت اور حوصلہ کا اظہار کیا اس کی وجہ قساوتِ قلبی نہ تھی بلکہ وہ عرفان الٰہی کا نتیجہ تھا۔

دوسرا درجہ عرفان کا یہ ہوتا ہے کہ کامل ذاتوں میں خدا تعالیٰ کو پہچانا جائے۔ یہ بھی بہت بڑا کام ہے۔ دنیا میں کئی لوگ عارف ہوتے ہیں مگر ان کی پہچان اپنے تک ہی رہ جاتی ہے۔ کامل عارف کی مثال تیز نظر والے کی ہوتی ہے۔ ایک انسان دس گز پر کوئی چیز دیکھ سکتا ہے۔ دوسرا

بیس گز پر دیکھ سکتا ہے۔ کوئی سو گز پر کوئی دو سو گز اور بعض میل میل دور سے ایک چیز کو پہچان لیتے ہیں۔ ان میں سے کس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ تیز نظر والا ہے۔ اسی کے متعلق جو زیادہ دور سے ایک چیز کو پہچان لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ چونکہ مجسم نہیں اس لئے وہ دوسری چیزوں میں نظر آتا ہے۔ اور ان چیزوں میں سے ایک کامل انسان ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات جن کامل بندوں میں پوشیدہ ہوتی ہے ان میں دیکھنے کی رسول کریم ﷺ کی نظر کیسی تھی۔ دنیا کے جس ملک کے حالات سے واقفیت حاصل کی جائے۔ اسی کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ کسی نہ کسی بزرگ کے ماننے والے ہوتے ہیں۔ مگر وہ اپنے بزرگوں تک ہی ساری بزرگی ختم قرار دے دیتے ہیں۔ ہندوستان کے لوگ اگر حضرت کرشن علیہ السلام اور حضرت رام چندر جی کو خدا کا اوتار مانتے ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے سوا اور کسی ملک میں کوئی اوتار نہیں ہوا۔ اسی طرح چین' ایران کے لوگ اور یہودی وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں کہ صرف ہمارے بزرگ سچے ہیں۔ باقی سب جھوٹے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں کو دیکھتے تو ہیں مگر قریب والوں کو ہی دیکھ سکتے ہیں۔ ان میں عرفان تو ہے مگر بالکل قریب کی چیز کو دیکھنے کا۔ غرض تمام قوموں کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو دوسری کامل ذاتوں میں دیکھتی چلی آئی ہیں مگر ان کا یہ دیکھنا محدود ہے۔ یا تو وہ بالکل قریب کے بزرگ کو یا اپنے ہی حلقہ کے بزرگ کو دیکھتی ہیں اس سے باہر نہیں دیکھ سکتیں۔ لیکن خدا تعالیٰ ساری دنیا کا خدا ہے اور تمام کے تمام انسان اسی کے بندے ہیں تو ضروری ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں وہ ظاہر ہوا ہو۔ اور ہر قوم میں ایسے لوگ پیدا ہوئے ہوں جن میں خدا تعالیٰ نے جلوہ نمائی کی ہو۔ ایک طرف تو یہ بات ہے اور دوسری طرف یہ کہ جس چیز کو انسان ایک جگہ دیکھ کر پہچان لیتا ہے اسی قسم کی چیز اگر دوسری جگہ ہو تو اسے بھی پہچان سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ملیح آباد میں آم کو دیکھ کر اسے پہچان لیتا ہے تو وہ کابل میں آم کو دیکھ کر بھی پہچان لے گا اور ایران میں بھی۔ لیکن اگر کسی کے سامنے انگلستان میں آم رکھا جائے اور وہ کہے یہ آم نہیں ہے تو کون کہے گا کہ اس شخص کو آم کی پہچان ہے۔ پہچان لینے کے معنے ہی یہ ہیں کہ جہاں وہ چیز نظر آئے پہچان لی جائے۔ کسی نے کہا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

اپنے معشوق سے کہتا ہے۔ تم کسی قسم کے بھی کپڑے پہن لو۔ میری نظر سے تم چھپ نہیں سکتے۔ مجھے تمہارے قد کا اندازہ ہے۔ اس لئے میں تمہیں ہر قسم کے کپڑوں میں پہچان لیتا ہوں۔ جب ایک مجازی عاشق اپنے معشوق کی محبت میں اتنی ترقی کر جاتا ہے۔ اور معشوق کے قد کا اندازہ ایسا صحیح طور پر لگالیتا ہے کہ ایک بال بھر بھی فرق نہیں آنے دیتا تو کس طرح ممکن ہے کہ ایک حقیقی عاشق اپنے معشوق کو جہاں دیکھے نہ پہچان لے۔ غرض عرفان کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ عارف جہاں بھی خدا تعالیٰ کا جلوہ دیکھے پہچان لے۔ یہ کیا پہچان ہوئی کہ اگر خدا کو اللہ کہا جائے تو پہچان لے۔ لیکن کوئی گاڈ یا پرمیشور کہے تو نہ پہچانے۔ حقیقی عرفان یہی ہے کہ کسی نام' کسی شکل اور کسی لباس میں وہ چیز ہو تو اسے پہچان لیا جائے۔ خدا تعالیٰ کا حسن اس کا جلال اور اس کے کرشمے ہر گوشہ اور ہر حصہ دنیا میں نظر آنے چاہئیں۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر ہم ہندوستان میں دیکھتے ہیں تو پرانے زمانہ میں یہ نظارہ نظر آتا ہے کہ ایک انسان جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سیاہ فام تھا۔ سیاہ فام ہو۔ اس سے ہمیں کیا۔ ہمیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دل گورا تھا۔ وہ ہندوستان میں پیدا ہوتا ہے اور ملک کی حالت خراب دیکھ کر کُڑھتا ہے۔ اہل ملک کو جوئے' شراب اور دوسرے گندوں میں مبتلا پا کر ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور لوگوں کو اس بات کے لئے تیار کرتا ہے کہ خون سے ہر قسم کے گندے اور ناپاک داغوں کو دھو دیں۔ لوگ اس کی باتیں سنتے اور اس پر ہنستے ہیں کہ یہ اپنے آپ کو خدا کا اوتار کہتا ہے مگر انسانوں کی گردنوں پر تلواریں چلا کر ان کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو ماننے والے بھی اسے کہتے ہیں۔ کیا خدا خون سے خوش ہوتا ہے کہ انسانوں کے خون بہائے جائیں۔ مگر وہ انسان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اور سارے ہند میں وہ آگ لگا دیتا ہے کہ اس وقت ۳۳ کروڑ نہ سہی لیکن لاکھوں انسان تو بستے ہوں گے اس آگ میں کود پڑتے ہیں اور وہ ایسی جنگ کراتا ہے۔ جو آج تک نہایت ہولناک جنگ سمجھی جاتی ہے۔ اسے اپنے ملک کے لوگ نہیں پہچان سکتے لیکن دور عرب میں جہاں اسے کوئی نہیں جانتا تھا جہاں کے بسنے والے اس کی قوم کو بُرا سمجھتے تھے۔ مکہ کی چھوٹی سی بستی میں بیٹھا ہوا انسان آنکھ اٹھا کر مشرق کی طرف دیکھتا ہے تو اسے ایک ایسا چہرہ نظر آتا ہے جسے لوگ سیاہ کہتے ہیں۔ مگر اسے وہ چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور کہتا ہے اس دُور ملک میں اپنے محبوب کو اس میں جلوہ گر دیکھا۔ وہاں بھی میرا خدا ظاہر ہوا اور اس جگہ بھی اس نے جلوہ نمائی کی۔ ایک ایسے ملک میں جس سے اس کی قوم کو نہ صرف

کوئی تعلق نہ تھا بلکہ عداوت تھی اور ایسے انسان میں جسے اس کی اپنی قوم گمراہ خیال کرتی تھی۔ رسول کریم ﷺ نے خدا کا نظارہ دیکھ لیا۔ اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے جلوہ کو دیکھنے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ پھر اسی ہندوستان میں ایک اور مثال دیکھتے ہیں کہ ایک بچہ بادشاہ کے گھر پیدا ہوتا ہے۔ اسے ہر قسم کی نعمتیں حاصل ہیں۔ باپ پیدا ہوتے ہی اسے الگ محل میں بند کرا دیتا ہے کیونکہ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کا لڑکا حکومت کو چھوڑ چھاڑ کر گھر سے نکل جائے گا۔ اس وجہ سے اس نے یہ انتظام کیا کہ اس بچہ کی نظر سے کوئی دکھ اور مصیبت کا نظارہ نہ گذرے۔ آخر وہ بچہ ایک دن کسی طرح اس محل سے باہر نکلا۔ اور بادشاہ نے حکم دے دیا کہ جدھر سے گذرے وہاں کوئی مصیبت زدہ اس کے سامنے نہ آئے۔ مگر خدا کی مرضی راستہ میں ایک اپاہج پڑا ہوا مل گیا۔ لوگوں نے اسے الگ ڈال دیا۔ مگر شہزادہ اسے دیکھ کر ٹھہر گیا اور پوچھا یہ کیا چیز ہے۔ میں نے تو ایسی چیز کبھی نہیں دیکھی۔ **مصاحبین** نے شاہزادہ کی توجہ اس سے ہٹانی چاہی مگر اس پر بڑا اثر ہوا اور اس نے اصرار سے اپاہج کی حالت دریافت کی اور کہا ایسی چیز ہمارے محل میں تو نہیں ہوتی۔ آخر وہ محل میں گیا اور اپاہج کے متعلق سوچتا رہا۔ کئی دن کے بعد پھر سیر کے لئے نکلا۔ بادشاہ نے **مصاحبین** کو تاکید کر دی کہ کوئی مصیبت زدہ اس کے سامنے نہ آئے۔ مگر جس طرف سے گزر رہا تھا ادھر سے ایک جنازہ نکلا۔ جس پر اس کی نظر پڑ گئی۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ساتھ والوں نے بتایا۔ ایک انسان مر گیا ہے۔ یہ اس کی لاش ہے۔ یہ سن کر وہ پھر فکر میں پڑ گیا۔ تیسری بار پھر جب سیر کے لئے نکلا تو ایک بڈھا دیکھا جو بہت کمزور اور ضعیف ہو چکا تھا۔ اس نے جب پوچھا یہ کیا ہے تو اسے بتایا گیا کہ انسان بڑی عمر کا ہو کر اس طرح ہو جاتا ہے۔ ان نظاروں کے دیکھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سمجھا۔ اس دنیا کا آرام و آسائش سب ہیچ ہے۔ کوئی ایسی راہ نکالنی چاہئے کہ انسان ان دکھوں سے بچ جائے۔ اس کی شادی ہو چکی تھی اور اس کے ہاں بچہ بھی پیدا ہو چکا تھا۔ مگر ایک رات وہ بیوی اور بچہ کو سوتے چھوڑ کر محل سے باہر نکل گیا اور مدتوں خدا تعالیٰ کی تلاش میں پھرتا رہا۔ آخر اس نے خدا تعالیٰ کو پا لیا اور اس کا نام بدھ یعنی عقلِ مجسّم ہوا۔ اس وقت اس کے ملک کے لوگوں نے اس کی صداقت بھری باتوں کا انکار کیا اور اب بھی کئی لوگ انکار کرتے ہیں۔ مگر اس عارف نے جو عرب کی سرزمین میں پیدا ہوا بتا دیا۔ **اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ**۔ [1] اس انسان میں بھی خدا کا جلوہ تھا۔

غرض دنیا کے ہر حصہ میں ایسے وجود ہوئے ہیں جن کو دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ ان میں

خدا تعالیٰ کا حسن جلوہ گر تھا اور خدا ان کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہوا۔ مگر انسانوں کے دلوں کے بُغض اور کینے، عداوتیں اور دشمنیاں دوسری قوموں کے خدا رسیدہ لوگوں کے دیکھنے میں روک بن رہی ہیں۔ ان سب روکوں کو دور کرتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یہ غلط ہے کہ خدا نے صرف ہندوستان میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ یا صرف ایران میں اپنا جلوہ دکھایا بلکہ خدا ہر جگہ اور ہر ملک میں ظاہر ہوا۔ ایسا عرفان کہ جہاں خدا تعالیٰ نے اپنا جلوہ دکھایا۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں بیٹھے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ بے نظیر عرفان ہے۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں بیٹھے ہوئے دور شمال میں خدا تعالیٰ کا جلوہ دیکھا۔ اور جنوب میں خدا تعالیٰ کے پیاروں کو پایا۔ دور مشرق اور مغرب میں خدا نما انسان دیکھے اور سینکڑوں ہزاروں سال کے بعد دیکھے۔ یہ ہے وہ عرفان جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

خواہ خدا بدھ کی شکل میں یا کنفیوشس کی شکل میں یا زرتشت کی شکل میں یا کرشن اور رام چندر کی شکل میں یا موسیٰ اور عیسیٰ کی شکل میں یا کسی اور شکل میں جلوہ گر ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء سے آخر میں پیدا ہوئے تو اس سے انہیں کیا فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ میں کہتا ہوں ذرا سوچو تو سہی ساری دنیا خدا کی اولاد کی طرح ہے۔ اگرچہ باپ بیٹے کے نقشوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں ضروری جھلک پائی جاتی ہے۔ اور بیٹے کی باپ سے مشابہت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو تمام انسانوں کا خالق ہے اس کی مشابہت بھی مخلوق سے ہونی چاہئے۔ اور اعلیٰ درجہ کے بندوں سے زیادہ اس کی مشابہت ہونی چاہئے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک چھوٹا بھائی گُم ہو جائے اور جب کہیں ملے تو بڑا بھائی اسے پہچان لے مگر اس سے چھوٹا جو گُم ہونے والے کے بعد پیدا ہوا۔ وہ اگر گُم ہونے والے بھائی کو پہچان لے تو ان سے میں کون بڑا عارف ہو گا۔ یقیناً وہی بڑا عارف ہو گا جس کے دیکھنے سے بھی پہلے اس کا بھائی گھر سے نکل گیا تھا۔ مگر جب اس نے دیکھا تو اسے فوراً پہچان لیا۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو کس طرح پہچانتا ہے۔ اسی طرح کہ اس میں اپنے باپ کی کچھ نہ کچھ مشابہت پا لیتا ہے۔ اور اس طرح بھائی کا پہچاننا باپ کا پہچاننا ہوتا ہے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

بعض نبی بھائیوں کو بعد میں آکر پہچان لیا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ جس جس میں بھی یہ مشابہت پائی جائے گی اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہچان لیا۔ اس میں صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مخصوص ہیں اور انبیاء نے اپنے اندر خدا تعالیٰ کو پہچانا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہی اندر خدا تعالیٰ کو نہ پہچانا بلکہ دوسروں میں بھی پہچانا اور اپنے زمانہ سے بہت عرصہ قبل آنے والوں میں پہچانا۔ اس سے بڑھ کر عارف اور کون ہو سکتا ہے۔

چونکہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔ اس لئے اسی پر ختم کرتا ہوں۔ ذکرِ حبیب جتنا بھی ہو حبیب ہی ہوتا ہے۔ اب میں دعا کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہو کر ہم بھی دنیا میں صلح اور امن قائم کر سکیں۔ اور جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چیز میں خدا تعالیٰ کو دیکھا اسی طرح ہم بھی ہر چیز میں خدا کو دیکھیں اور پہچان لیں۔

(الفضل ۱۱ نومبر ۱۹۳۰ء)

---

۱ الانعام:۱۰۴ ۲ ال عمران:۳۲ ۳ العنکبوت:۷۰

۴ الرعد:۳ ۵ التوبۃ:۱۱۹

۶ بخاری کتاب الانبیاء باب مناقب المهاجرين و فضلهم

۷ سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶ مطبوعہ ۱۲۹۵ء

۸ بخاری کتاب الجهاد باب من علق سيفه بالشجر فى السفر عند القائلة

۹ بخاری کتاب المغازی باب قول اللّٰه تعالىٰ "وَيَوْمَ حُنَيْنٍ..."

۱۰ فاطر:۲۵